مولانا ھاشمیؒ اور مرکز تحقیق کا اسلامائزیشن میں کردار

حافظ محمد سعد اللہ (نائب مدیر منہاج)

یہ ایک حقیقت اور عام مشاہدہ ہے کہ کسی بھی چھوٹے بڑے سرکاری یا غیر سرکاری ادارے کی جان اور اس کی روحِ رواں اس کا سربراہ ہوتا ہے۔ سربراہ اگر صاحب صلاحیت و استعداد ہو، دور اندیش ہو، رستے کے نشیب و فراز سے واقف ہو اور اپنے فن میں کامل و ماہر ہو ساتھ ہی محنتی فرض شناس اور مخلص ہو پھر ذوق شوق لگن اور درد رکھنے والا بھی ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ ادارہ اپنے وسائل کی حد تک اپنے میدان میں ترقی نہ کرے اور اپنا نام پیدا نہ کرے۔ بصورت دیگر اس ادارے کا جو حشر ہوتا ہے وہ اہل علم و دانش سے مخفی نہیں۔ کچھ اسی حقیقت کا اظہار --- دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری کے چھوٹے سے شعبہ مرکز تحقیق (ریسرچ سیل) میں ہوا۔ مولانا سید محمد متین ہاشمیؒ کی آمد ۱۹۷۴ء سے قبل اس ادارے کا وجود نہ ہونے کے برابر تھا۔ علمی حلقوں میں اسے جاننا تو کجا اس کے نام سے کوئی واقف نہ تھا۔ خود مولانا مرحوم کی شخصیت بھی ابھی چنداں متعارف نہ تھی کیونکہ اب تک ان کی علمی سرگرمیاں مشرقی پاکستان کی حد تک محدود تھیں اور یہاں بہت کم لوگ انہیں جانتے تھے۔ بہر حال مولانا مرحوم نے آکر اپنی خداداد صلاحیتوں زہد و تقوی علم و فضل تجربہ و تحقیق علم دوستی، محنت و لگن اور نیک نیتی سے دن رات کام کر کے اس ادارے کا نام علمی حلقوں میں متعارف کرایا۔ شروع میں مرحوم کے ساتھ صرف ایک ہی آدمی تھے جو انکے شاگرد عزیز، مخلص اور دل وجان سے خیر خواہ بھی تھے۔ بعد میں مزید دو آدمیوں کا اضافہ ہوا اور ایک دفتری امور کیلئے کلرک ملا۔ ہاشمی صاحب مرحوم اور دو نائب قاصدوں سمیت ٹوٹل سات آدمیوں پر مشتمل اس ادارے نے ہاشمی صاحبکی قیادت اور رہنمائی میں بفضلہ تعالی مختصر عرصے میں اتنی علمی و تالیفی خدمات سرانجام دیں ہیں جو یقیناً ملک کے بڑے بڑے اور باوسائل اداروں نے سرانجام نہیں دیں۔ یہی وجہ ہے کہ مرکز تحقیق آج بفضلہ تعالی ملک اور بیرون ملک علمی و تحقیقی حلقوں

میں ایک جانا پہچانا نام ہے۔ مرکز تحقیق کہ یہ شہرت اور قبولیت ظاہری اسباب کے اعتبار سے بلا شبہ مرحوم ہاشمی صاحب کی مرہون منت ہے۔ مولانا مرحوم نے خوداور ہر لحاظ سے مختصر ان کے ادارے نے اب تک علم و تحقیق، تصنیف وتالیف اور حکومت کی جانب سے اسلامائزیشن کے عمل میں علمی رہنمائی کیلئے جو گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں انکی ایک جھلک آئندہ سطور میں قارئین کے پیش خدمت ہے۔

ہاشمی صاحب کی اپنی ذاتی تصنیفات اور ان کی ہدایت ورہنمائی پر لکھی جانے والی اور ان کی زیر نگرانی مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری سے شائع ہونے والی اکثر کتابوں کی یہ ایک منفرد خصوصیت ہے کہ وہ گھسے پٹے موضوعات یا مابعد الطبیعاتی، خشک ادب، تاریخ جیسے محض فکری موضوعات پر نہیں جن کا انسان کی عملی زندگی سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا بلکہ یہ کتابیں اس دور میں انسانی زندگی میں عملاً پیش آنے والے مسائل، الجھنوں اور حل طلب معاملات کا حل پیش کرتی اور عملی رہنمائی کرتی ہیں۔ جس دور میں یہ کتابیں لکھی گئیں یا لکھوائی گئیں اس وقت حکومت پاکستان نفاذ اسلام کا نعرہ لگا رہی تھی۔ قاضی کورٹس اور اسلامی عدالتیں بنانے کا پروگرام بن رہا تھا۔ بطور تجربہ چند عدالتیں قائم بھی کردی گئی تھیں۔ حدود آرڈیننس نافذ ہو چکا تھا۔ قانون قصاص ودیت کے مسودے تیار تھے۔ نظام زکواۃ وعشر جاری کردیا گیا تھا اور ہر طرف سے اسلامائزیشن کی طرف پیش قدمی ہو رہی تھے۔ ان حالات میں ہاشمی صاحب نے اپنے فقیہانہ ذوق، گہری علمی بصیرت، فکری دور اندیشی اور خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اس سلسلے میں حکومت کی علمی رہنمائی کا بیڑا اٹھایا خود بھی لکھا لوگوں سے بھی جدید عصری مسائل پر لکھوایا۔ ہاشمی صاحب کا ذہن ماشاء اللہ بڑا تخلیقی تھا دور اندیش بھی تھے۔ اس لئے بڑے عجیب اور نئے نئے موضوعات نکال لیتے تھے جن کی طرف عام اہل علم کا ذہن نہیں جاتا تھا۔ اس طرح جدید پیش آمدہ مسائل میں نئی کتابوں اور اپنی زیر ادارت نکلنے والے علمی، تحقیقی فقہی مجلہ سہ ماہی منہاج کے ذریعے عام لوگوں اور بالخصوص حکومت وقت کی علمی رہنمائی کرتے رہے۔ مرحوم نے ایک جگہ اس امر کی وضاحت بھی فرمائی کہ ہم یہ سب کچھ اتمام حجت کیلئے کر رہے ہیں کہ اگر کوئی اللہ کا بندہ خلوص دل سے اسلامی قانون کو نافذ کرنا چاہے تو کم از کم اس کے لئے یہ عذر باقی نہ رہے کہ اس کے سامنے تو اسلامی قانون مدون شکل میں نہ تھا۔

"اسلامی حدود" کی تالیف

اسلامی حدود یا سزاؤں کے شرعی اصول و ضوابط شرائط قواعد قوانین اور دیگر متعلقہ چیزیں فقہ کے عظیم اور قدیم ذخیرہ میں ضرور موجود ہیں مگر وہ زیادہ تر عربی زبان میں ہیں جس سے ہمارے ملک کا قانون دان طبقہ جسٹس صاحبان وکلاء اور عام پڑھے لکھے لوگ ناواقف ہیں۔ اردو زبان میں اس پر بہت کم کام ہوا ہے۔ دریں حالات اس امر کی اشد ضرورت تھی کہ جب حدود آرڈننس نافذ ہوا ہے تو حدود کے تعارف اور مسائل و احکام پر ہماری مادری زبان میں کوئی مفصل اور مستند کتاب بھی ہونی چاہئیے۔ برصغیر پاک وہند میں اورنگزیب عالمگیر کے عہد حکومت کے صدیوں بعد پاکستان میں یہ پہلا تجربہ ہو رہا تھا۔ ملک میں اب تک انگریز کا بنایا ہوا ظالمانہ قانون چل رہا تھا۔ یہ قانون نسلاً بعد نسل چلے آنے کی بنا پر اب لوگوں کی رگوں میں سرایت کر چکا تھا۔ عدالتیں اسی کی عادی ہو چکی تھیں۔ میرے خیال میں عوام تو کجا وکلاء اور ججوں میں بھی "حد" کی لغوی و اصطلاحی تعریف جاننے والے بہت کم لوگ ہوں گے۔ اس صورت حال کے پیش نظر جناب ہاشمی صاحب مرحوم نے "اسلامی حدود" کے عنوان سے دفعہ وار جدید انداز اور سہل پیرائے میں ایک جامع کتاب لکھی۔ اس میں حدود شرعیہ کا فلسفہ ان کے مصالح اور مغرب زدہ افراد کے شکوک وشبہات کا مدلل جواب ہے۔ اس وقت سعودی عرب میں اسلامی حدود کا نظام نافذ ہے اور اس کے مقابلے میں یورپین ممالک اور امریکہ میں اس نظام کو وحشیانہ سخت اور غیر مہذب قرار دیا جاتا ہے۔ مولانا نے اعداد و شمار کی مدد سے ثابت کیا ہے کہ جس ملک میں حدود کا نظام نافذ ہے اس میں جرائم کی شرح کتنی کم ہے اور جہاں یہ نظام نافذ نہیں خصوصاً امریکہ میں جو تہذیب جمہوریت اور انسانی حقوق کا بڑا چیمپیئن ہے جرائم کا تناسب سعودیہ کے مقابلے میں کتنا زیادہ ہے۔ ان فکری مباحث کے علاوہ وہ تمام جرائم جو حد کے زمرے میں آتے ہیں مثلاً زنا، لواطت، قذف، چوری، راہزنی، شراب نوشی، بغاوت اور ارتداد وغیرہ کے جملہ مسائل جزئیات اور احکام کو اختصار جامعیت اور بڑی خوبصورتی کے ساتھ کتاب ہذا میں سمو دیا گیا ہے۔

"اسلام کا قانون شہادت" تالیف کرنا

پھر کسی بھی مقدمے میں یا منصفانہ فیصلے کے حصول کیلئے گواہوں کی شہادت کو وہی

حیثیت حاصل ہوتی ہے جو انسانی جسم میں ریڑھ کی ہڈی کو۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ فوجداری یا دیوانی ہر قسم کے مقدمات میں فیصلے کی اساس، انصاف کے حصول اور حقوق کے تحفظ کا دارو مدار شہادتوں سے وابستہ ہے۔ اگر کسی نظام عدل کا قانون شہادت کمزور ہو تو انصاف کے تقاضے یا تو سرے سے پورے ہی نہیں ہوتے یا بقول ہاشمی صاحب مرحوم "مقدمات کے فیصلے میں اتنی تاخیر ہوتی ہے کہ عدالتوں کا چکر لگاتے لگاتے اور بھاری اخراجات ادا کرتے کرتے فریقین کا کچومر نکل جاتا ہے" آج یہی صورت حال ہمارے ملک کے عدالتی نظام میں ہے۔ بڑے سے بڑے مقدمہ میں کرائے کے جھوٹے گواہ دستیاب ہوجاتے ہیں۔ جو چند ٹکوں کی خاطر اپنے ایمان و ضمیر کو فروخت کردیتے اور اپنی قبر وعاقبت کو خراب کر لیتے ہیں۔ وکلاء جھوٹے گواہوں کو طوطے کی طرح جھوٹی گواہی رٹواتے ہیں اور اس طرح روزانہ کئی جھوٹے گواہ عدالتوں میں پیش ہو کر انصاف کا خون کراتے ہیں۔

شہادت کی ضرورت اہمیت اقسام شہادت ادائے شہادت کے اصول شہادت علی الشہادت، اختلاف فی الشہادہ، رجوع عن الشہادہ، گواہوں کے معیار، تزکیہ الشہود(جس کا موجودہ قانون شہادت میں کوئی تصور ہی نہیں) اقرار اور قرائن کی شہادت وغیرہ جیسے موضوعات پر ہمارے فقہی سرمایہ میں بفضلہ تعالی بہت زیادہ اور خاطر خواہ مواد موجود ہے مگر رونا وہی ہے کہ یہ سارا مواد عربی زبان میں ہے جسکو ہماری اکثریت نہ جانتی ہے نہ جاننا چاہتی ہے۔ پھر یہ مواد فقہ وفتاوی کی کتابوں میں بکھرا ہوا ہے۔ اس موضوع پر کوئی مستقل ایسی کتاب جو تمام کتابوں سے مستغنی کردے شاید ہی کوئی ہو۔ اس پس منظر میں جناب ہاشمی صاحب مرحوم نے کوئی پونے پانچ سو صفحات پر مشتمل کتاب "اسلام کا قانون شہادت" (حصہ فوجداری) جلد اوّل تحریر فرمائی۔ جلد دوم دیوانی مقدمات میں شہادت کی تفاصیل میں لکھی جانی تھی۔ یہ دوسری جلد لکھنے کا پختہ پروگرام تھا جیسا کہ انہوں نے جلد اوّل کے مقدمے میں بھی ذکر کیا تھا مگر کچھ ایسے عوارض اور موانع پیش آتے رہے کہ مرحوم اس وعدہ کو ایفاء نہ کرسکے۔ اس کتاب کی پہلی جلد کے ابواب اور فصول کو بڑی شاندار ترتیب دی ہے۔ شروع کتاب میں شہادت کی متعلقہ جملہ مباحث ہیں پھر قتل،زنا، چوری، قذف، شراب نوشی، راہزنی اور ارتداد وغیرہ کے فوجداری مقدمات میں کس طرح شہادت دی جائے گی ۔ اس کی مفصل بحث ہے۔

اس کتاب کی ایک اور خصوصیت بھی قابل ذکر ہے۔وہ یہ کہ مرغینانی، ابن عابدین، ابن قدامہ، قاضی خان، ابن نجیم، علامہ کاسانی اور امام ابن ھمام جیسے فقہائے کرام کے زمانے میں فوٹوسٹیٹ، ٹیپ ریکارڈر، بلڈ رپورٹ، ایکسرے اور اس قسم کی دیگر چیزیں وسائل اور آلات نہ تھے جن سے مقدمات کے فیصلوں میں مدد لی جا سکتی۔ ہاشمی صاحب نے "جدید دور کے قرائن" کے عنوان سے ایک فصل میں ان چیزوں پر بحث کی ہے۔ اس سلسلے میں اپنی کتاب کے مقدمے میں لکھا ہے۔

"اسی کے ساتھ ساتھ میرے پیش نظر یہ بات رہی کہ جدید دنیا میں کسی واقعے کی صداقت یا کسی شہادت کو پرکھنے کیلئے جو ذرائع اور وسائل ایجاد ہو چکے ہیں اگر وہ اسلامی قانونِ شہادت سے متصادم نہ ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ انہیں نظر انداز کر دیا جائے کیونکہ اسلامی قانون کسی جدید شے کا تونام نہیں۔ یہ تو ایک حرکی نظام ہے جو ہمیشہ وقت کی تبدیلیوں اور جدید معلومات وایجادات کو اپنے اندر سمونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ بشرطیکہ وہ چیزیں اس کے اصولوں اور اساسیات سے متصادم نہ ہوں"

الغرض اسلام کے قانون شہادت پر یہ ایک بڑی معتبر اور جامع کتاب ہے جو اہل علم وکلاء اور قانوندان طبقوں سے خراج تحسین حاصل کر چکی اور عدالتی و قانونی حلقوں میں اپنی افادیت کا لوہا منوا چکی ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ شہادت کا موضوع بالکل ایک فنی اور خشک موضوع ہے جس میں عام قاری کی دلچسپی کی کوئی چیز نہیں اس کے باوجود اس کا دوسرا ایڈیشن بھی اختتام کو پہنچ گیا ہے اور عنقریب تیسرا ایڈیشن شائع ہونے والا ہے۔

تالیف "نظام عشر کی برکات"

۱۹۸۰ء میں پاکستان کے اندر نظام زکواۃ و عشر نافذ کیئے جانے کا وہ مبارک اعلان ہوا جسے ۱۴/اگست ۱۹۴۷ء کے دن ہی ہو جانا چاہیے۔ اب تک یہ اعلان کیوں نہ ہوا؟ یہ ایک الگ افسوس ناک داستان ہے جسے نہ چھیڑنا ہی بہتر ہے۔ بہر کیف خدا خدا کر کے یہ اعلان ہوا تو فرنگی نظام کے رسیا اور دلدادہ اور دین دشمن سیاسی وغیر سیاسی لوگوں کی طرف سے بھانت بھانت کی بولیاں بولی جانے لگیں اور طرح طرح کے خدشات ظاہر کیئے جانے لگے۔ ان حالات میں مولانا ہاشمی مرحوم نے "نظام زکواۃ کی برکات" پر ایک صاحب سے ایک کتابچہ لکھوایا اور

خود اکسٹھ صفحات پر مشتمل "نظام عشر کی برکات" کے نام سے ٹھوک بجا کے ایک کتابچہ تحریر فرمایا۔ اس کتابچے میں عشر کے فقہی مسائل اور جزئیات تو نہیں تاہم نظام عشر کے حوالے سے جتنے اعتراضات اور خدشات ہوسکتے تھے سب کا عقلی اور نقلی دلائل سے بھرپور انداز میں اس طرح رد کیا ہے کہ اگر ذہن میں پہلے سے کوئی فتور اور جما ہوا غلط تصور نہ ہو تو آدمی کا ذہن اس معاملے میں صاف ہو جاتا ہے اور وہ عشر کی ضرورت وافادیت کا قائل ہوجاتا ہے۔ اس مختصر مگر جامع کتابچہ میں، مولانا مرحوم نے عشر کی فرضیت، شرعی نصاب، واجب الاداء مقدار، عشر کی تاریخ اور عشر ادا نہ کرنے کے وبال جیسے موضوعات پر مختصر روشنی ڈالنے کے ساتھ ساتھ تخمینی گوشواروں کی مدد سے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ اس بابرکت نظام سے ملک کی دیہی آبادی اور دیہی معیشت پر کتنے مبارک اثرات پڑیں گے اور اس کے کتنے دورس نتائج نکلیں گے۔ پھر اس وقت مغرب زدہ طبقہ جو جو خدشات ظاہر کر رہا تھا ان میں سے ایک ایک کا موثر اور مسکت جواب دیا ہے۔ شروع کتابچہ میں اسلام کے تصور ملکیت پر بھی بڑی موثر بحث ہے۔

یہ تو ایک مختصر کتابچہ تھا عشر کی مزید تفصیلات، جزئیات مسائل، احکام، پاکستانی زمینوں کے عشری یا خراجی ہونے کا مسئلہ قانون عشر وزکواۃ اور اس کا تجزیہ، فلسفۂ عشر، قرآن وحدیث اور فقہ میں عشر کا مواد اور مصادر عشر جیسے اہم موضوعات پر تفصیلی روشنی ڈالنے کیلئے اپنی ادارت میں نکلنے والے سہ ماہی مجلّہ "منہاج" کے "عشر نمبر" کے نام سے دو خصوصی شمارے شائع کیئے۔ ان پرچوں کے عنوانوں کا تعین اور انتخاب خود مولانا مرحوم نے کیا پھر ان عنوانات پر موزوں اہل قلم افراد سے لکھوایا۔ ملک کے ایک سابق وزیر زراعت جو زراعت اور زمین سے حاصل ہونے والی پیداوار اور آمدنی کا عملی تجربہ رکھتے تھے، سے "دیہی معیشت پر عشر کے اثرات" کے حوالے سے ایک مضمون لکھوایا۔ ان مذکورہ پرچوں کے مضامین کی فہرست سے اندازہ ہوتا ہے کہ عشر کے تقریباً تمام پہلو ضرورت کی حد تک ان میں آگئے ہیں۔ پھر اس نمبر کی ایک نمایاں خصوصیت یہ بھی ہے کہ کوئی آدمی عشر پر مزید تحقیق وجستجو کرنا چاہے تو اس کے واسطے عشر کے مصادر اور ماخذ کی نشاندہی ایک محقق کے قلم سے کردی گئی ہے۔

یہ خصوصی شمارہ بھی منہاج کے دیگر شماروں کی طرح علمی حلقوں میں انتہائی مقبول ہوا

اور بنظر استحسان دیکھا گیا۔ اس کا پہلا ایڈیشن ایک ہزار کی تعداد میں چھپا تھا۔ ایک سراسر ٹیکنیکل علمی اور فقہی موضوع پر ہونے کے باوجود پہلا ایڈیشن (ایک ہزار) ختم ہوگیا۔ اور دوسرا ایڈیشن (گیارہ سو) بھی اختتام کے قریب ہے۔

بدائع الصنائع کا ترجمہ

وقت کی اہم ضرورت یعنی فقہ یا اسلامی قانون تک عام اردو داں طبقہ کی براہ راست رسائی کو آسان بنانے کیلئے مولانا مرحوم نے بعض اہم فقہی کتابوں کے اردو ترجمہ کرانے کا پروگرام بنایا۔ چنانچہ سب سے پہلے اپنے مختصر ادارے کے محدود وسائل کے دائرے میں رہتے ہوئے فقہ حنفی کی ایک انتہائی معتبر اور حوالے کی کتاب" بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع" کے ترجمہ کا فیصلہ ہوا۔ یہ کتاب سات جلدوں میں ملک العلماء علاؤالدین ابو بکر مسعود الکاسانی الحنفی رحمہ اللہ (متوفی ۵۸۷ھ) کی تصنیف ہے۔ اس کتاب کا شمار فقہ حنفی کی عظیم ترین اور معتبر ترین کتابوں میں ہوتا ہے۔ گو یہ کتاب چھٹی صدی ہجری میں لکھی گئی لیکن مسائل کے تجزیہ اور تنقیح کا طرز جو مصنف رحمہ اللہ نے اس کتاب میں اختیار کیا ہے بالکل پندرہویں صدی ہجری کا سا ہے۔ کسی بھی مسئلہ میں دیگر مسالک کے مقابلے میں حنفی نقطہ نگاہ کے راجح ہونے کو عقلی و نقلی دلائل کی روشنی میں بڑے منطقیانہ انداز میں ثابت کرتے ہیں۔ یہ کتاب اہل علم میں کتنی مقبول ہے اور فقہاء اس کو کتنی اہمیت دیتے ہیں۔ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ "اعلاء السنن" کے مؤلف مولانا ظفر احمد عثمانی نے ایک مرتبہ صاحب بذل المجہود فی شرح ابی داؤد مولانا خلیل احمد سہارنپوری سے پوچھا کہ حضرت! فقہ سے مناسبت پیدا ہونے کی کوئی صورت ارشاد فرمائیں تو انہوں نے فرمایا: فقہ سے مناسبت پیدا کرنے کیلئے شامی اور بدائع کو بالاستیعاب دیکھنا چاہیے۔۔ حقیقت میں بدائع عجیب کتاب ہے۔ جزئیات تو شامی میں زیادہ ہیں مگر اصول اور فقہ کی لم زیادہ بدائع میں ہیں" (تذکرۃ الخلیل : از مولانا عاشق الٰہی میرٹھی ص:۳۰۴، مطبوعہ سیالکوٹ)

بہر حال بدائع اور صاحب بدائع کا مکمل تعارف کرانا یہاں مقصود نہیں اور نہ ہی اس کی یہاں گنجائش ہے۔ بدائع اور اس کے عظیم مؤلف علامہ کاسانی کا مبسوط اور ہمہ جہتی تعارف جلد اوّل کے مترجم ڈاکٹر محمود الحسن عارف صاحب نے اپنے مقدمہ میں بھر پور انداز میں کرا کے

تحقیق کا حق ادا کردیا ہے۔ تاہم ذیل میں کتاب ہذا کی چند نمایاں خصوصیات عرض کی جاتی ہیں تا کہ کتاب کی اہمیت اور ترجمہ کی ضرورت پر قدرے روشنی پڑسکے۔

خصوصیات

(۱) عظیم ترین خصوصیات میں سے ایک خصوصیت اس کے مضامین اور عنوانات کی ترتیب ہے اس لئے اس کتاب کی اہمیت و علمی مقام کو جاننے کیلئے ان مضامین پر نظر ڈالنی ضروری معلوم ہوتی ہے۔(۲) یہ کتاب اپنے منفرد انداز بیان اپنی فنی ترتیب اور اپنے تجزیاتی اسلوب کی بنا پر اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ لہذا فقہ حنفی میں اس پایہ کی کوئی کتاب موجود نہیں۔ تمام مؤرخوں اور فقہاء عصر نے اس کا اعتراف کیا ہے۔ (دیکھیئے تذکرہ الخلیل ص:۳۰۴ مطبوعہ سیالکوٹ)

(۳) فاضل مؤلف نے جو ترتیب ملحوظ رکھی ہے اس کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے ہر جگہ اصول و فروع کو یکجا جمع کردیا اس لئے مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ فقیہ بنانے میں اس کتاب سے زیادہ کوئی اور کتاب مفید نہیں ہوسکتی۔ خلاصہ یہ کہ فاضل مؤلف نے کتاب کی ترتیب میں اولاً معنوی مناسبت۔ ثانیاً اصولی مناسبت۔ ثالثاً علمی مناسبت کو پیش نظر رکھا ہے۔

(۴) مضامین کتنے ہی اعلی کیوں نہ ہوں اگر ان کو بیان کرنے میں سلیقہ مندی کا مظاہرہ نہ کیا گیا ہو تو ان کی تمام تر مناسبت بیکار ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ اس پہلو سے بھی ہم بدائع الصنائع کو عام کتب فقہ سے ممتاز اور منفرد پاتے ہیں۔

(۵) فاضل مؤلف نے بدائع الصنائع سلیس اور رواں عبارت میں تصنیف فرمائی ہے۔ تاہم اس کو سمجھنا اتنا آسان بھی نہیں۔

(۶) کہیں کہیں ادیبانہ انداز بھی ہے جو ان کی عربی کی مہارت پر دلالت ہے۔ اور مختلف آئمہ کے درمیان محاکمہ کرتے ہوئے امثال اور اشعار کو بھی لائے ہیں جس سے اس بحث کی چاشنی میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے۔

(۷) جامع اور مانع عبارت۔ فاضل مؤلف نے موقع محل کے مطابق ایسی عبارت لائی ہے جس سے کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ مفہوم بیان ہوسکے گویا کوزے میں دریا بند

کردیا گیا ہے۔

(۸) اس کتاب کی ایک اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں فقہ حنفی کے بیان کرنے کا جو اسلوب اپنایا گیا ہے وہ تمام فقہی کتابوں سے مختلف ہے وہ اس طرح کی فاضل مؤلف نے اس میں آئمہ کبار کے اقوال کے ساتھ ساتھ اپنے زمانہ کے علماء فقہاء اور ان کے مسالک کو بھی جمع کردیا ہے جس سے قاری کی فکر و نظر میں وسعت پیدا ہوجاتی ہے۔

الغرض فاضل مؤلف نے اپنی اس گرانمایہ تصنیف میں فقہی ذوق رکھنے والوں کی ہر ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔ یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ہمارے ممدوح (سیّد محمد متین ہاشمی رحمہ اللہ) نے عربی لغت سے اردو لغت میں ڈھالنے کا اہتمام فرمایا تا کہ موجودہ دور کے علماء اور فضلاء جن کو عربیت کا گہرا مطالعہ نہیں ہے وہ بھی اس کتاب سے مستفید ہوسکیں۔

مترجمین نے بھی اپنے اپنے انداز میں اس کتاب کو چار چاند لگائے ہیں۔ اس وقت اس کی جلد ششم اور ہفتم کا ترجمہ شائع ہوچکا ہے اور جلد اول دوم، چہارم کی طباعت کا ٹینڈر دیا جاچکا ہے اور بقیہ جلدوں کے ترجمے زیراشاعت ہیں جو بہت جلد منظر عام پر آجائیں گے۔

الموافقات للشاطبی کا ترجمہ

اصول فقہ کی ایک نامور، مستند ترین علماء و فقہاء اور اصولین مین انتہائی مقبول کتاب "الموافقات فی اصول الشریعہ" ہے۔ چار ضخیم جلدوں پر مشتمل یہ کتاب معروف مالکی عالم ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی (المتوفی ۷۹۰ھ) کی تالیف ہے۔ امام شاطبی نے اپنے خداداد علم وذہانت سے شریعت کے اسرار اور رموز اور مقاصد سے یوں پردہ اٹھایا ہے کہ شریعت کی حقانیت اور ہر دور میں اس کی ضرورت انسان کے ذہن میں جاگزیں ہوتی جاتی ہے۔ چونکہ اس دور میں نظام شریعت سے متنفر کرنے والوں اور اس خدائی نظام میں شکوک وشبہات پیدا کرنے والوں کی بھی کمی نہیں۔ اس لئے ہمارے ممدوح جناب ہاشمی صاحب مرحوم نے اس کتاب کے ترجمہ کرانے کا فیصلہ کیا تاکہ عام اردو داں طبقہ بھی شریعت کی برکات سے آگاہ ہوسکے۔ اس اہم اور اصولی کتاب کا اردو ترجمہ اس لئے بھی ضروری تھا کہ ایک چنگے بھلے عالم کیلئے بھی اس کا سمجھنا آسان نہیں۔ اس کتاب کا مکمل تعارف تو آپ کو جلد اوّل کے شروع میں ملے گا۔ تاہم چند موٹی موٹی خصوصیات عرض کردی جاتی ہیں جن

سے اندازہ ہوگا کہ اس کتاب کے ترجمہ کی کتنی ضرورت تھی۔ اس ضرورت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ابھی تک یہ ترجمہ شائع نہیں ہوا۔ اس کے باوجود متعدد اہل علم کے آرڈر ادارے کو موصول ہوچکے ہیں۔

خصوصیات

(۱) یہ کتاب اصول فقہ اور اصول شریعت کے بیان پر مشتمل ہے۔ پانچویں صدی ہجری تک جو کتابیں مدوّن ہوئیں ان میں صرف اصول فقہ ہی مذکور تھے۔ حالانکہ علم اصول کی ایک بڑی قسم مقاصد الشارع بھی علم الاصول کے رکن کی حیثیت رکھتی ہے مگر مدت مدید تک اس کی طرف کسی نے توجہ نہ دی تا آنکہ اللہ تعالی نے آٹھویں صدی ہجری میں ابواسحاق شاطبی کو اس کمی کے تدارک کی توفیق بخشی جنھوں نے اس عظیم الشان علم کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی یہ کتاب ۶۳ مسائل اور ۴۹ فصلوں پر محیط ہے۔

(۲) فاضل مؤلف نے اس فکری تجدید و تعمیر میں صرف اصول شریعت اور مقاصد شریعت کے بیان پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کی ہر بحث کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

(۳) اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فاضل مؤلف بلند پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہو کر شریعت کے موارد اور مصادر کو جھانک رہے ھیں اور جو کچھ انہوں نے بیان کیا ہے وہ مشاہدہ اور تجربہ کی بنا پر کیا ہے۔

(۴) یہ کتاب بنیادی طور پر پانچ حصوں میں تقسیم ہے۔ (۱) مقدمات۔ (۲) احکام۔ (۳) مقاصد (۴) ادلہ۔ (۵) اجتہاد۔ کتاب کی جامعیت کی یہی دلیل ہوتی ہے کہ اس میں کوئی بحث تشنہ نہ رہے۔ الموافقات کا سب سے بڑا ہی خاصہ ہے۔

(۵) اس کتاب کے قاری کو اجتہاد میں قوت حاصل ہوتی ہے۔ اور کم از کم مقاصد شریعت اور مقاصد تکلیف تو ضرور معلوم ہوجاتے ہیں۔

(۶) اس کتاب کی شرح جو کہ الشیخ عبداللہ دراز نے لکھی ہے اور اس کے حاشیہ پر موجود ہے اس نے تو اس کی تمام کمی کو پورا کردیا ہے مثلاً احادیث کی تخریج و مصادر وغیرہ جس سے کتاب کی افادیت بہت بڑھ گئی ہے۔

(۷) سب سے بڑی خصوصیت جو میرے ذوق کے مطابق ہے وہ یہ ہے کہ اس میں

فقہیانہ تعصب سے ہٹ کر بحث کی گئی ہے بلکہ فقہ حنفی اور فقہ مالکی کے درمیان موافقت و مطابقت کے اصول کو اپنایا گیا ہے اور یہ کتاب مالکیہ کے ساتھ ساتھ احناف کیلئے بھی برابر مفید ہے۔ اس کتاب کی چاروں جلدوں کا ترجمہ معروف عالم مولانا عبدالرحمن کیلانی صاحب نے کیا ہے۔ جن میں سے پہلی دو جلدیں عنقریب پریس میں جانیوالی ہیں اور تیسری اور چوتھی جلد بھی انشاء اللہ رواں مالی سال کے آخر تک منظر عام پر آجائیگی۔

القصاص فی الفقہ الاسلامی کا ترجمہ

شریعت اسلامیہ کے نزدیک انسان کوئی گاجر مولی کی قسم نہیں کہ جب کسی کا جی چاہے کاٹ کر کھاجائے۔ شریعت میں انسانی جان بڑی قابل احترام اور قیمتی شے ہے۔ اس کا تحفظ شریعت کے بنیادی اور اوّلین مقاصد میں شامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کے قتل کو بہت بڑا اور سنگین جرم قرار دیا گیا ہے اور اس کی سزا بھی بڑی سخت تجویز کی ہے ۔ یعنی قصاص (قتل کے بدلے میں قاتل کو قتل کردیا جانا) یہ قصاص بظاہر تو ایک آدمی کی جان لینا ہے مگر قرآن مجید نے اس میں زندگی کی نوید سنائی ہے۔

ولکم فی القصاص حیاۃ (سورہ البقرہ: ۱۷۹)

(اور تمہارے لئے قصاص کے اندر ایک زندگی ہے)

اگر تھوڑا سا غور کیا جائے تو واقعی قصاص میں زندگی نظر آتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک آدمی اپنے مخالف کو جان سے مار دینے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اب اگر ملک میں قصاص کا قانون نافذ ہے تو اسے یہ بھی سوچنا پڑے گا کہ اس طرح وہ بھی قصاص میں قتل ہوگا۔ جان ہر آدمی کو پیاری ہوتی ہے۔ یہ سوچ کہ وہ یقیناً قتل سے باز آجائے گا تو گویا قاتل قصاص میں قتل ہونے سے بچ گیا اور وہ مخالف آدمی جو آگے چل کر قتل ہونیوالا تھا قاتل کے ارادہ قتل سے باز آجانے کی وجہ سے بچا رہا۔ اس طرح دونوں کی جان بچ گئی اور یہی ہے "قصاص میں زندگی"

ہمارے ملک میں بد قسمتی سے قصاص کا قانون نافذ نہیں ۔ انگریز کا قانون ہے جس میں شاذو نادر ہی قاتل کو قتل کے بدلے میں پھانسی کی سزا دی جاتی ہے۔ عموماً دو چار سال زیادہ سے زیادہ چودہ سال کی قید ہو گئی اور بس۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ روزانہ کئی قتل ہوجاتے ہیں۔ ان حالات میں جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دور حکومت میں قصاص ودیت کے قانون کا

مسودہ تیار ہوا اور منظوری کیلئے سینٹ میں پیش ہوا تو مولانا ہاشمی مرحوم نے قصاص کے موضوع پر ایک اہم کتاب " القصاص فی الفقہ الاسلامی "کا اردو ترجمہ کرا کے فوری طور پر شائع کیا۔ ڈاکٹر احمد فتحی بہنسی کی یہ کتاب گو ہے تو مختصر مگر بڑی جامع اور اپنے موضوع کو متعارف کرانے میں انتہائی قابل قدر کاوش ہے۔ مولانا ہاشمی کا یہ اقدام چونکہ " بروقت اقدام " تھا اس لئے اہل علم اور قانون دان حضرات نے اس کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ سراسر ٹیکنیکل اور فنی کتاب ہونے کے باوجود اس کا پہلا ایڈیشن (تعداد گیارہ سو) ختم ہو گیا۔ دوبارہ گیارہ سو کی تعداد میں چھاپنا پڑی اور اب وہ بھی ختم ہونے والی ہے۔

سہ ماہی ''منہاج ''کا اجراء

ہاشمی صاحب اور ان کے ادارے کی علم و تحقیق کے میدان میں ایک بہت بڑی خدمت فقہی علمی تحقیقی مجلہ سہ ماہی منہاج کا اجراء ہے۔ یہ مجلہ جنوری ۱۹۸۳ء سے شروع ہو کر بفضلہ تعالی اپنی مسلسل اشاعتکے دس سال پورے کر چکا ہے۔ ملک میں مذہبی دینی اور تبلیغی پرچوں کی کمی نہ پہلے تھی اور نہ اب ہے۔ مگر ایسے پرچے کی اشد ضرورت تھی جو اس جدید ترقی یافتہ اور سائنسی دور میں سماجی معاشرتی معاشی قانونی، تجارتی معاملات اور طب کی دنیا مین پیش آنے والے مسائل اور جدید ذرائع وسائل کے استعمال کے شرعی جواز و عدم جواز وغیرہ کے سلسلے میں لوگوں کی رہنمائی کرے۔ کیونکہ اسلام میں یہ بات یقینی اور مسلم ہے کہ شریعت محمدیہ ایک دائمی اور آفاقی قانون کا نام ہے۔ جس میں قیامت تک پیش آنے والے انسانی مسائل کا حل موجود ہے۔ علامہ شہرستانی کے قول کے مطابق نصوص شرعیہ متناہی اور محدود ہیں جبکہ رواں دواں زندگی میں پیش آمدہ حوادث اور وقائع غیر محدود ہیں (الملل والنحل [illegible]: ۱: ۳۴۸) لہذا ضروری ہے کہ ان محدود نصوص شرعیہ اور اصول و قواعد کی روشنی میں نئے مسائل کا حل تلاش کیا جاتا رہے۔ چنانچہ ہر دور میں امت مسلمہ کے فقہاء و مجتہدین نے زندگی کے اس چیلنج کو قبول کیا ہے۔ اپنے قیاس واجتہاد سے ہمیشہ نئے سرے سے اٹھنے والے مسائل کا بطریق احسن جواب دیتے اور تسلی بخش شرعی حل نکالتے آئے ہیں۔

چونکہ ملک میں جیسا کہ پیچھے عرض کیا گیا کچھ نہ کچھ اسلامائزیشن کا عمل جاری تھا۔ لہذا اس وقت ایک ایسے پرچے کی ضرورت تھی جو فقہ کے ساتھ مخصوص ہو اور جس میں زندگی کے

عملی مسائل اور الجھنوں کا قرآن و سنّت، اجماع اور قیاس کی روشنی میں شرعی حل نکالا جائے۔ مرحوم ہاشمی صاحب جو سہ ماہی منہاج کے بانی اور پہلے مدیر مسؤل تھے، نے منہاج کے افتتاحی پرچہ کے اداریئے میں اس پرچے کی اشاعت کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"معاشرے کے دیگر ادارے جہاں اپنا رول ادا کر رہے ہیں وہاں مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری نے بساط بھر اپنی ذمہ داری ادا کرنے کی کوشش کی ہے اور "منہاج" اسی سعی کا ایک نیا مرحلہ ہے اس کی حیثیت محض ایک دفتری فرض کی بجا آوری سے بڑھ کر اسلامی نظام فکر و عمل کی تشکیل نو کے عمل میں شامل ہونے اور اہل علم کو شامل ہونے کا موقعہ فراہم کرنے سے عبارت ہے۔ اس کی بنا حسن نیت پر استوار اور اس کی جزاء بارگاہِ احدیت سے مطلوب ہے۔

ملک بھر میں جگہ جگہ سے کثیر تعداد میں شائع ہونے والے علمی، ادبی اور فکری رسائل کے درمیان ایک ایسے رسالے کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی جس کا تخصص فقہ اسلامی ہو اور جس کے ذریعے مختلف نقطہ ہائے نظر اور مسالک فقہیہ اپنا اظہار پاسکیں اور اس طرح فقہ اسلامی کی تدوینِ نو کے عمل میں صحت مند اور تعمیری مکالمہ فروغ پاسکے۔۔۔۔ اس رسالے کی پالیسی " تصادم بین المسالک " کی بجائے قومی ملی اور دینی جہات میں "تعاون بین المسالک" ہوگی اور اس امر کی کوشش ملحوظ رکھی جائے گی کہ فقہ اسلامی کے سلسلے میں کام کرنے والی ہر جماعت کا متوازن اور معتدل نقطۂ نظر تعمیری انداز میں پیش کیا جائے تاکہ اسلامی قانون سازی کے عمل میں ہونے والی پیش رفت میں ایک مربوط منظم اور متحدہ عملی معاونت کی شکل پیدا ہو" (منہاج: اجتہاد نمبر، جنوری ۱۹۸۳ء)

چونکہ اس پرچے کے بانی کی نیت خالصۃً اللہ کی رضا اور ہر قسم کے فرقہ وارانہ تعصب سے بالاتر ہو کر علم دین اور فقہ کی خدمت تھی لہذا " ھل جزاء الاحسان الا الاحسان " کے سچے وعدے کے مطابق اس پرچے کو علمی و فقہی دنیا میں اتنی مقبولیت ملی اور اس کی اتنی پذیرائی ہوئی کہ اس کے علمی و تحقیقی معیار اور اس کے مضامین اور مقالات کے تنوع کو دیکھ کر ملک کی جامعات اور یونیورسٹیاں آج بحمد اللہ اس میں شائع ہونے والے مقالات پر تنقیدی نوٹ لکھا رہی ہیں ان مقالات پر ایم ۔ فل کی ڈگریاں مل رہی ہیں نیز یہ کہ یونیورسٹیوں میں متعدد اساتذہ کی ترقیاں اس امر میں منحصر کر دی گئیں ہیں کہ وہ منہاج کے اندر اپنے تحقیقی مقالے

شائع کروائیں۔ یہاں یہ بات بھی عرض کردینا ضروری ہے کہ منہاج میں اب تک دس سالوں کے درمیان شائع ہونے والے اکثر مقالات کے موضوع خود ہاشمی صاحب کے تجویز کردہ ہیں۔ پھر اس موضوع پر متعلقہ مواد اور مآخذ کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ اکثر مقالہ نگاروں کو آؤٹ لائن بھی دے دیتے تھے جس کی روشنی میں وہ مقالہ لکھا جاتا تھا۔ بہر حال دس سال کے منہاج کے مقالات اور عنوانات کی فہرست پر ایک نظر ڈالنے سے ہی اندازہ ہوجاتا ہے کہ اللہ کریم نے ہمارے ممدوح کو کتنی فکری وسعت، علمی نظر، فقہی بصیرت، دوراندیشی اور جودت طبع عطا فرمائی تھی اور اللہ نے ان کا ذہن کتنا تخلیقی بنایا تھا۔ رسائل کی دنیا میں سہ ماہی منہاج کا یہ بلند مرتبہ و مقام بھی جناب ہاشمی صاحب مرحوم کی پرخلوص اور بے لوث محنت کا نتیجہ ہے۔

مولانا کی زیر نگرانی طبع ہونے ولی دوسری اہم کتابیں

جیسا کہ میں پیچھے عرض کرچکا ہوں مولانا ہاشمی مرحوم کی ذہانت وفطانت کا کمال یہ تھا کہ وہ علمی میدان میں انہی چیزوں اور انہیں مسائل کو لے آتے تھے جو عملاً انسانی زندگی میں پیش آتے تھے جو حل طلب ہوتے تھے اور جن پر کام کی ضرورت ہوتی تھی۔ دوسری چیز انکے مد نظر یہ ہوتی تھی کہ وہی کام کیا جائے یا کرائے جائیں جس سے اسلامائزیشن کے سلسلے میں گورنمنٹ کی علمی سطح پر رہنمائی کی جاسکے۔ اس سے ان کا مقصود جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ، صرف یہ ہوتا تھا کہ کسی حاکم کے سامنے قیامت کے دن نفاذ اسلام کے سوال کے جواب میں کم از کم یہ عذر باقی نہ رہے کہ اسلامی قانون اس کی اپنی زبانی میں منضبط شکل میں نہ تھا۔ اس لئے وہ اس کو نافذ نہ کرسکا۔ بہر حال ہاشمی صاحب نے اپنے صرف سات آدمیوں کے سٹاف پر مشتمل ادارے سے اپنی زیر نگرانی جو کتابیں شائع کیں ان کے ناموں کی فہرست پر نظر ڈالنے سے ہی اندازہ ہوجاتا ہے کہ یہ ہاشمی صاحب اور ان کے ادارے کی کتنی بڑی خدمت ہے۔ کوئی بھی کتاب ایڈیٹنگ، کتابت، پروف ریڈنگ، طباعت ، بائینڈنگ وغیرہ کے مشکل مراحل سے جس طرح گزر کر آتی ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں۔ ان کتابوں کی ایک مختصر سی فہرست پرچہ ہذا کے آخر میں لگی ہوئی ہے۔ مطبوعات کی مکمل فہرست ادارے سے طلب کی جاسکتی ہے۔